دعوات عبدیت
حق
ضبط و ترتیب / ادارہ الحق

ارشادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

علم اور علم والوں کی قدر و منزلت

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔ محترم بھائیو! خداوند تعالیٰ کے ہر انسان اور ہر مخلوق پر غیر متناہی احسانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان تعدّوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ۔ الآیۃ ۔ (ابراہیم پ ۱۳)

اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو ۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

خاص کر اہل علم طبقہ اور ہم مساکین کے زمرۂ طلبہ پر جو فضل و کرم اور احسان ہے اس کی تو حد ہی نہیں، آپ کو علم کی راہ پر چلنے کی توفیق دی اور یہاں تک پہنچایا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

من سلک طریقاً یطلب فیہ علما سھل اللہ لہٗ طریقاً الی الجنۃ ۔

جو علم کی طلب میں علم کے راستہ پر چلنے لگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان بنا دیگا۔

علم اور جہاد میں فضیلت غالباً امام مالکؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے درمیان اس بارہ میں بحث ہے، کہ زندگی کو جہاد میں صرف کرنا بہتر ہے یا علم کی راہ میں لگانا افضل ہے۔ امام مالکؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ دونوں فرماتے ہیں کہ جہاد کے مقابلہ میں علم دین میں مشغول ہونے کا درجہ زیادہ ہے۔ گو بعض اوقات کافروں کے حملہ کرنے کے وقت جہاد کی افضلیّت اور اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ مگر وہ منقبت عارضی ہے، جسطرح اقرا باسم ربک میں مقام کے تقاضا اور فضیلت عارضی کی وجہ سے اقرا مقدم کیا گیا۔ مگر عام معتدل حالات میں افضل اور بہترین مقام حاصل کرنے کے لئے علم ہی ایک بہترین عبادت ہے، حالانکہ جہاد ایک ایسی عبادت ہے کہ ایک مجاہد ہر حال اور ہر وقت عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔ مجاہد کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا سب عبادت ہے، یہاں تک کہ اس کے گھوڑے اور اس کے بول و براز کو بھی اعمال صالحہ میں تولا جاتا ہے۔ ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ کوئی شخص مجاہد کے برابر بن سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، ہاں جو شخص ہمیشہ صائم ہو دن رات عبادات تہجد

ذکر و اذکار میں لگا ہو شاید وہ شخص ایک غازی کے برابر ہو جائے۔

اب جہاد اور علم کے مقابلہ میں دونوں ائمہ کرام (جو زہد و تقویٰ فقاہت اور علم میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔) فضیلتِ علم کو ترجیح دیتے ہیں۔ اتنی عظیم نعمت کی توفیق پر اگر ہم شکریہ ادا کرنا چاہیں تو کس طرح ادا کر سکیں گے اگر ہمارے جسم کا ایک ایک بال بھی زبان بن کر شکریہ میں لگ جائے تو ہم اس نعمت کا شکریہ ادا نہ کر سکیں گے۔

خلافتِ آدم بوجہ فضیلتِ علم سیدنا آدم علیہ السلام کو خلافت کا عظیم منصب ملا اس کی اولاد کو تمام مخلوقات پر جو فضیلت دی گئی وہ صرف علم ہی کی نعمت ہے وہ علم ہی کی منقبت اور خصوصیت تھی جس کی وجہ سے بنی آدم کو عالم پر درجہ دیا گیا حضرت آدمؑ کو علم کا مظہر بنا کر مخلوق پر برتری دی۔ اب حضرت آدمؑ کی اولاد میں وہ مقام خدا نے آپ لوگوں کو علمِ دین کا طالب بنا کر دیا اور اس راستہ پر چلایا خداوند تعالیٰ کی اس عظیم مہربانی فضل و کرم و احسان کا شکریہ کس طرح ادا ہو سکتا ہے۔ خاصکر مجھ ناچیز عاجز پر تمہاری خدمت کرنے کی توفیق دینے کی صورت میں جو عظیم احسان ہے میں اس کا ذکر کن الفاظ میں کروں۔ اگر میں تمام عمر سجدہ میں پڑا رہوں تو خداوند کریم کا شکریہ ادا نہ کر سکوں گا۔ قاصر ہوں۔ لا احصی ثناءً علیک۔ ہم کیا اور ہمارا شکریہ کیا۔ حضورؐ کی ذاتِ اقدس جو افضل المخلوقات ہیں لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ کا ورد فرما کر اظہارِ شکر سے عاجزی ظاہر کرتے ہیں۔ خداوند کریم تمہارے درجات بلند فرما کر تمہارے علم و عمل کے ان مساعی میں برکت ڈال دے۔ تمہارا یہاں دارالعلوم میں علمِ دین کے لئے جمع ہونا اور گھر بار چھوڑ کر آنا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت اور فخر کی بات ہے۔ طلبہ علومِ دینیہ کا وہ مقام ہے کہ رحمت کے فرشتے ان کی راہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں۔ حضورِ اقدسؐ نے وصیت کی اور تاکید بھی کی کہ علم کے طالبین جب تمہارے پاس آئیں تو انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہیں ان کے ساتھ کمال درجہ محبت رکھیں۔ اور ان کے بارہ میں میری طرف سے وصیتِ خیر قبول کریں۔

طلبِ علم کی راہ کے شدائد اور امتحانات علم کے اس اونچے مقام کے حصول کا پہلا مرحلہ طلب کا مرحلہ اور منزل ہے کہ علم کی تلاش میں گھروں کو چھوڑ کر نکل جانا پڑتا ہے۔ اور چونکہ علمِ دین کی طلب پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت دونوں میں ہر لحاظ سے بڑی اجر و مرتبت اور عزتیں مرتب کی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ منزل اتنی ہی تکالیف اور امتحانات سے بھری ہوئی ہے، عالم بننے کیلئے پہلی منزل طالب علمی کی ہے۔ جو بہت مشکل اور کٹھن ہے۔ ہر طرح امتحانات اس راہ میں ہمارے اکابر پر آئے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ جتنی تکالیف آئیں تو سمجھنا چاہئے کہ اتنا ہی درجہ مقبولیت کا ہے اور اتنی ہی کامیابی اور اونچے شان کی علامت ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

العلم عزّ لا ذلّ فیہ یحصل بذل لا عزّ فیہ۔	علم ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا کوئی شائبہ نہیں مگر بڑی تکالیف اور ذلتوں سے حاصل کیا جا سکے گا۔

اس راہ میں جتنی بھی فروتنی عاجزی تواضع اور انکساری کی جائے گی۔ تکالیف پر جتنا بھی صبر و تحمل ہوگا اتنی ہی زیادہ یہ دولت نصیب ہوگی۔ بھوک کی تکلیف آئے گی، کتابوں کے نہ ملنے کی تکلیف آئے گی، کئی قسم کی پابندیاں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا تب کامیابی نصیب ہوگی۔ اور یہ تجربہ اور مسلّمات میں سے ہے۔ کہ یہ عظیم عزت انتہائی ذلیل بننے (تکلیف اٹھانے سے) سے آئے گی۔

صحابہ کرامؓ کی حالت ہمارے سب کے مقتداء صحابہ کرامؓ تھے ان کی زندگی اس بارہ میں ہمارے لئے نمونہ ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ میں تعلیم حاصل کرنے والے اصحاب صفہ بسا اوقات بے طاقتی اور بھوک سے کمزوری کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر جاتے باہر سے آئے ہوئے بدوی مہمان دیکھ کر یہ سمجھتے کہ ان پر آسیب یا مرگی کی بیماری ہے۔ ھؤلاء مجانون. (کہ یہ تو مجنون ہیں۔) اور نماز سے سلام پھیر کر اور ہمیں اس حال میں پا کر ہماری گردنوں پر اپنے قدم رگڑتے، گویا اپنے خیال میں جنات نکالنے کا علاج کرنا چاہتے تھے مگر وہ جنون نہ تھا۔ ہاں ایک جنون اور دیوانگی تھی اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے عشق کی دین کی طلب کی جسکی وجہ سے بھوک اور فاقے برداشت کرتے رہتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ بھوک نے ایک دفعہ مجھے پریشان کر دیا، مزدوری کا لباس پہن لیا ایک کھال گلے میں ڈال کر نکلے جو قلیؐ اور مزدور کی خاص نشانی ہے۔ مدینہ سے باہر ایک یہودی کا باغ تھا وہاں گیا اور دیوار کے دریچے سے باغ کے اندر جھانکنے لگا۔ یہودی نے دیکھ کر پوچھا: کیا مزدوری کرنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا ہاں، ایک کھجور پر ایک ڈول نکالنا طے ہوا۔ میں کنوئیں سے ڈول بھرنے لگا۔ اور ایک ایک ڈول کے بدلے وہ میرے ہاتھ میں ایک ایک کھجور رکھتے جاتے تھے۔ جب مٹھی بھر گئی تو چھوہارے کھائے پانی پی لیا اور ڈول چھوڑ کر سیدھا مسجد واپس چلا آیا، حضورؐ تشریف فرما تھے، پھر اسی تعلیم و تعلم میں لگ گئے۔

صحابہ کرامؓ جب پڑھنے پڑھانے کے مشاغل سے فارغ ہو جاتے تو جنگل چلے جاتے، لکڑیاں چن چن کر لاتے اور دو چار پیسوں میں فروخت کر کے اپنی ضروریات کا انتظام کرتے اور پھر اپنے تمام اوقات قرآن و حدیث کے اسباق میں لگاتے۔

اکابر امت کی حالت امام بخاریؒ نے کس غربت اور تکلیف سے علم حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ کبھی حصول علم کے زمانہ میں ناغہ نہ کرتے مگر ایک دن اسباق میں حاضر نہ ہوئے طلبہ نے جا کر معلوم کیا تو فرمایا کہ میرے پاس آج اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ عورت غلیظہ کو اس سے ڈھانک کر باہر نکلتا۔ اور سوال کرنا خودداری اور علم کی شان کے خلاف تھا۔ اس لئے اسباق میں حاضر نہ ہوا۔ تب انہوں نے چادر دی اور شریک ہوتے مشہور حکیم ابونصر فارابی نے درختوں کے پتے چبا چبا کر علم حاصل کیا۔ ہمارے اکابرین دیوبند میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ اور حجۃ الاسلام نانوتویؒ کی

مثالیں موجود ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ جن ایام میں یہ حضرات دہلی میں پڑھتے تھے تو بھوک کے مارے حالت یہ تھی کہ سبزی فروش (بقال) جو باسی سبزی رات کو پھینک دیتے تو یہ حضرات اسے صاف کر کے جوش دیتے اور گذر اوقات کر لیتے اور رات کو مطالعہ کے لئے مستقل روشنی کا انتظام نہ ہوتا تو حلوائیوں کی دوکان کے قریب کھڑے ہو کر دوکان کے لیمپ اور بتی کی روشنی میں مطالعہ فرماتے ابھی ہمارے زمانۂ طالب العلمی تک علم کی مشقتیں ایک عام بات تھی، مجھے خود یاد ہے کہ زمانۂ حصول علم میں کئی کئی مہینے صرف ایک ایک روٹی پہ اکتفا کیا۔ پہلی مرتبہ دیوبند میں میرا جانا ایسے وقت ہوا کہ داخلہ بند تھا میرا داخلہ نہ ہو سکا وہاں سے میرٹھ چلا گیا وہاں استاذ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہاں گذارا مشکل ہے اگر ایک وقت کھانے پر صبر کر دو تو میں دو چپاتیوں اور دال کا انتظام کرا دوں گا، میں نے اسے بھی غنیمت سمجھا، ایک غزنوی طالب علم نے جو ساتھی تھا، اللہ تعالیٰ اسے رحمتوں سے مالا مال کر دے، نے ایک وقت کا کھانا پیش کر دیا۔ کافی دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ خود ایثار کر رہا ہے۔ اور دوپہر کا کھانا مجھے دیکر خود بھوکا رہتا ہے ـــــ دو چار مہینے میرٹھ کے اس حال میں گذرے، اس اپنے علاقہ کے ایک گاؤں میں ٹھہرے تھے، رمضان کا مبارک مہینہ تھا، گرمی کا موسم تھا، مکئی اور گھاس کے پتے اور ساگ کھانے کیلئے ملتا تھا۔ اور سحری کیلئے پاؤ آدھ سیر چھاچھ، وہ بھی محلہ کے لوگ نمبر وار مسجد لاتے۔

موسیٰؑ اور خضرؑ کے واقعہ میں اہل علم کیلئے سبق

قرآن مجید کے سورۂ کہف میں تعلیم و تعلّم کے آداب اور طلب علم کی شان کے بارہ میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کا تعلق زیادہ تر طلب علم اور اس کے ضوابط و شرائط سے ہے۔ اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے بخاری کی کتاب العلم میں اس واقعہ سے کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ امام بخاریؒ علم تفسیر میں بھی علم حدیث کی طرح بے نظیر ماہر ہیں۔ اگر تفسیر میں بھی بخاری شریف کی طرز کی کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو بے مثل چیز ہوتی۔

سورۂ کہف کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ سید السادات ہیں، لیکن حصول علم کے لئے رخت سفر باندھتے ہیں، مسافری و غربت برداشت کرتے ہیں۔ اولوالعزم نبی ہیں اور حضرت خضرؑ کے نبوت کے بارہ میں پہلے تو اختلاف ہے کہ نبی تھے یا نہیں، اگر ہوں بھی تو موسیٰ علیہ السلام کی شان کے برابر نہیں، حضرت موسیٰ کا درجہ بلند و ارفع ہے، تشریعی نبی ہیں۔ جاہ و جلال اور دبدبہ کا یہ عالم ہے کہ بنی اسرائیل جیسی متمرّد قوم کو قبضے میں رکھا، پتھر کو لاٹھی سے مارا یہاں تک کہ جلالی شان ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اور فرعون جیسے جابر و ظالم کی حکومت کو تہ و بالا کر دیا۔ ایسے ظالم بادشاہ کیلئے آپ کا انتخاب کیا گیا جس نے انا ربکم الاعلیٰ۔ کا اعلان اور دعویٰ کیا۔ مگر حضرت موسیٰ کو اتنا رعب و جلال خدا نے دیا تھا کہ براہ راست فرعون ان پر گرفت نہیں کر سکے اور ایک دن بھی جیل تک کی سزا نہ دے سکے، کہیں بھی اشارہ نہیں کہ فرعون نے انہیں تکلیف پہنچانے کا حکم دیا۔ یہاں تک لکھا ہے کہ فرعون کے دربار میں جب آپؑ پہنچ جاتے تو فرعون کو خوف و رعب کی وجہ سے اسہال ہو جاتا۔ حالانکہ

اسی فرعون نے حضرت موسیٰ کی ولادت سے قبل ان کی ولادت کی پیشگوئی سُنی تو ستر ہزار بچوں کو قتل کر ڈالا یذبحون ابناءکم و یستحیون نساءکم و فی ذلکم بلاء من ربکم عظیم۔ الآیۃ۔ حضرت موسیٰ کے مقابلے میں پیش کئے گئے ساحر جب حضرت موسیٰؑ پر ایمان لاتے تو انہیں سولی پر چڑھایا۔

لاصلبنکم فی جذوع النخل (طٰہٰ) اور سولی دوں گا تم کو کھجور کے تنہ پر (شیخ الہندؒ)

اور ظلم کا یہ عالم تھا کہ اپنی بیوی کو ایمان لانے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں پر میخ ٹھونک کر چو میخہ طریقہ سے مار ڈالا، ایسی نیک اور پاکباز رفیقہ حیات کو اس طریقہ سے قتل کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ مگر عجیب ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب سامنے آتے اور بحث و مناظرہ ہوتا تو فرعون اور اس کے ساتھی سب لرزہ براندام ہو کر دب جاتے ہمت نہ ہوتی کہ پولیس کو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیدیتے، ہتھکڑی پہنوا دیتے یا ڈنڈا مار دیتے۔ ہاں خفیہ تدبیریں اور سازشیں کرتا رہتا مگر کامیابی نہ ہوتی، یہ تھا حضرت موسیٰ کے جاہ و جلال کا عالم کہ فرعون کو جرأت نہیں، کتنی مقبولیت اور وجاہت خداوندی تھی مگر یہی حضرت موسیٰؑ ہیں کہ اس شان و عظمت کے باوجود پوری عاجزی اور انکساری سے حضرت خضر کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے سامنے تقریر کر رہے تھے، بیان فصاحت و بلاغت سے بھرپور تھا، لفظ لفظ سے معجزانہ بلاغت و حلاوت نمایاں تھی اور سامعین متاثر ہو رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے علم و حکمت سے متحیر ہو کر پوچھ بیٹھا کہ کیا اس وقت روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے۔ اب حضرت موسیٰؑ حیران ہوئے کہ اگر کہوں کہ ممکن ہے کہ مجھ سے بڑا عالم موجود ہے۔ تو بنی اسرائیل ٹیڑھی قوم ہے اب یہی بات اپنے لئے حجت نہ بنالیں کہ تجھ سے بڑھ کر عالم جب موجود ہے تو ہم آپ سے رشد و ہدایت کیوں حاصل کریں ہمارے سامنے تو وہی عالم آنا چاہیے۔ اس طرح یہ لوگ علم اور وحی کے فیض سے محروم ہو جائیں گے۔ اور یہ ٹھیک بھی ہے کہ پیغمبر اپنے وقت کا بہت بڑا عالم ہوتا ہے جس کے علم کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا اور پھر اولوالعزم پیغمبر اور تورات سنانے والا تو سیدنا موسیٰؑ کی زبان سے نکلا کہ میں اس وقت اعلم ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایک پیغمبر کے دل میں بڑائی کا احتمال بھی نہیں صرف ترغیب مقصد تھی ادعا اور تکبر نہیں کبر کا تصور بھی نہیں مگر صورت دعویٰ کی بن گئی۔ حق تعالیٰ کیطرف سے مؤاخذہ ہوا اور فرمایا گیا: بلٰی عبدنا خضر ھو اعلم منک۔ اور حضرت موسیٰؑ کی رہنمائی کی گئی حضرت خضر کیطرف۔ حضرت موسیٰؑ کو معلوم ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر ایک عالم ہے۔ تو اس وقت علم کا ایک ولولہ پیدا ہوا اور خود تمنا ظاہر کی کہ یا اللہ ان سے ملنے کا تو انتظام فرما دے اور صرف ملاقات کیلئے نہیں بلکہ تعلّم کے لئے سفر اختیار کیا۔ بڑی مشقتوں اور تکالیف کے بعد ان کی خدمت میں پہنچ گئے۔ خادم ساتھ ہے، کھانے کیلئے کئی دن کی باسی روٹی اور خشک مچھلی زادِ راہ ہے، چلتے چلتے تھک گئے قرآن مجید میں اس سفر علم کی مشقتوں کو حضرت موسیٰؑ کی زبانی ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ آتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا۔ (کہف) لا ہمارے

پاس ہمارا کھانا ہم نے کھائی اپنے اس سفر میں تکلیف۔" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

جب حضرت خضرؑ کے ہاں پہنچے وہ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، حضرت موسیٰؑ نے سلام کیا۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا انّی بارضک السلام۔ یہاں کیا سلام کرتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنا تعارف کیا کہ میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں، اور بہت نرمی سے درخواست پیش کی کہ میں اس لئے خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ:

هل اتبعك على ان تعلمن	کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ تو مجھ کو
مما علمت رشدا۔	سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ۔

اتباع اور پیروی کی درخواست پیش کرتے ہیں۔ مگر ادھر سے حضرت خضرؑ نے سختی سے جواب دیا۔

انك لن تستطيع معى صبرا۔	تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ۔

اور فرمایا کہ میرے پاس جو علم ہے اس کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اور مجھے تمہارے علم کی۔ مگر پھر بھی حضرت موسیٰؑ نہایت عاجزی سے درخواست پیش کرتے ہیں۔

ستجدنى ان شاء الله صابرا ولا اعصى	تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا
لك امرا۔	اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم۔

ایک بہت بڑے انسان اور اولوالعزم پیغمبر کے منہ سے یہ منّت ولجاجت معمولی بات نہیں صرف علم حاصل کرنے کیلئے اتنی عاجزی اور انکساری اس منّت سماجت کے بعد جب حضرت موسیٰؑ کے تڑپ و اشتیاق کا یقین ہوا تو ساتھ رہنے کی اجازت دیدی مگر داخلہ کیلئے یہ شرائط لگائے کہ تم از خود کسی واقعہ کے بارہ میں سوال نہیں کر سکو گے پوچھنے کی ممانعت ہوگی ایک ذہین اور ذکی طالب العلم پر اگر اتنی کڑی پابندی لگائی جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ مگر حضرت موسیٰؑ نے یہ پابندی بھی قبول کی معمولی پابندی نہیں تھی ایک طالب العلم کا گلا گھٹ جاتا ہے کہ تجسس اور استفہام اور سوال کرنے کی اجازت بھی نہ ہو۔

فان اتبعتنى فلا تسئلنى عن شئى	پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو
حتى احدث لك منه ذكرا۔	مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں
...	تیرے آگے اس کا ذکر۔

وہی عظیم پیغمبر جس کے سامنے چھ لاکھ اسرائیلی خاموش دبے رہتے ایک لفظ منہ سے نہ نکال سکتے لیکن طلب علم کی شان میں یہ عاجزی اور منّت سماجت اور یہ اس حال میں جب آزادی مل گئی تھی دولت و سلطنت دی تھی مگر پھر بھی استاذ کے سامنے کتنے جھکے ہیں شرائط مانتے اور جب شرط کی پابندی نہ ہو سکی تو معافی مانگتے ہیں۔

قال لا تؤاخذنى بما نسيت ولا ترهقنى	کہا مجھ کو نہ پکڑ میرے بھول پر اور مت ڈال مجھ پر
من امرى عسرا۔	میرا کام مشکل۔ (شیخ الہندؒ)

دوبارہ جب شرط کی خلاف ورزی ہوئی اور ڈانٹ ملی تو پھر بھی درگذر کرنے کی درخواست پیش کی کہ ایک مہلت اور دے دیجئے۔

قال ان سألتك عن شيئ بعدها	کہا اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز اس کے بعد تو
فلا تصاحبني قد بلغت من لدني عذرا ۔	مجھ کو ساتھ نہ رکھیو تو اتار چکا میری طرف سے الزام

اور پھر بالآخر جب مرضی خداوندی پوری ہوئی تو حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو گویا مدرسہ علم سے خارج کر دیا۔

هذا فراق بيني وبينك ۔	اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ ۔

تو حضرت موسیٰؑ کا یہ واقعہ اہل علم اور طلبہ دین کیلئے بہت بڑی عبرت و موعظت کا واقعہ ہے۔ کہ علم اتنی بڑی عزت ہے۔ کہ ایک پیغمبر بھی بعد از سیادت علم کیلئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے۔ مگر حاصل تب ہوتا ہے کہ بہت زیادہ تواضع اختیار کی جاتے۔ بنی اسرائیل یہ مان بھی نہیں سکتے کہ حضرت موسیٰؑ اتنا عجز ولجاجت اور اسی وجہ سے اس واقعہ کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں۔

خشیۃ وتواضع اور یہ تواضع سب سے پہلے اللہ کے سامنے اختیار کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ علم خدا کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ یہ صفت عاصی اور نافرمان کو نہیں دیتے۔ تب عالم بنیں گے کہ اللہ کے سامنے عاجزی اور تابعداری اختیار کریں اللہ کا خوف وخشیۃ پیدا ہو۔ ارشاد فرمایا :

انّما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء ۔	اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں
(فاطر پ۲۲)	جنکو سمجھ ہے ۔

اللہ تعالیٰ سے تمام بندوں میں صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔ انّما کلمہ حصر ہے کہ ما یخشی اللّٰہ من عبادہ الّا العلماء۔ کہ اگر خدا کا خوف پیدا ہو تو سمجھو کہ عالم ہے ورنہ نہیں اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اکثر علماء زمانہ خوف وخشیۃ سے عاری ہیں ان کے اعمال فاسد ہیں۔ اور دوسرے طرف بسا اوقات غیر علماء افراد میں خشیۃ خداوندی موجود ہے۔ اب کلام خداوندی تو اصدق الکلام ہے اسکی کیا توجیہ کی جائے گی۔ تو یہاں سے اس اشکال کا جواب بھی ہو گیا کہ اگر خوف ہو تو عالم ہے ورنہ جاہل۔

علم کی حقیقت اس کی تفصیل یہ ہے کہ علم کا ترجمہ "دانستن" ہے۔ ہمارے خیال میں عالم وہ ہوتا ہے کہ اس کے دماغ میں حافظہ میں جو حدیث یا حکم خداوندی ہو وہ زبان سے ادا کرے اور لوگوں کو حلال وحرام بیان کرتا رہے۔ حالانکہ یہ علم نہیں ہے۔ کیونکہ کاغذوں اور کتابوں پر بھی نقوش ہوتے ہیں۔ بلکہ پتھروں پر بھی کلمات حق کندہ اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر ان چیزوں کا محفوظ کرنا علم ہے تو یہ چیزیں ہم سے زیادہ عالم ہوں گی۔ مگر کتابوں اور کاغذوں کو عالم نہیں کہہ سکتے اور آج کل تو ٹیپ ریکارڈر میں تمام مضامین لفظ بلفظ محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اسے بھی عالم کہا جائے گا۔ اس طرح اس شخص کو

جو کاغذات اور کتابوں سے نقوش اور مضامین کو ذہن میں منتقل کردے عالم نہیں کہہ سکتے بلکہ علم تو۔ نورٌ یجعلہُ اللہ جیسا الذکور۔ کے مطابق ایک نور اور روشنی ہے ایک قلبی شے ہے جس سے دل منور ہو جاتے۔ اب بظاہر جو علماء اعمال منہیہ کرتے ہیں اور منکرات میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کے قلوب علم سے خالی ہوتے ہیں اور بعض غیر اہل علم عوام بظاہر عوام معلوم ہوں لیکن ان کا قلب اس روشنی سے منور ہوتا ہے جس کی وجہ سے درحقیقت وہ لوگ عالم ہیں اور اس کی وجہ سے خشیۃ اُن میں پائی جاتی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں :

ان اللہ لم یتخذ جاھلاً ولیاً فان اخذہٗ علّمہٗ۔

اللہ نے کسی جاہل کو دوست نہیں بنایا اگر بنایا تو اسے تعلیم دے کر اور علم کی دولت دے کر بنایا۔

علم حقیقی اور بصیرت ملا نظام الدین سہالویؒ مشہور علامہ تھے درس نظامی ان کے نام سے موسوم ہے۔ علامہ بحر العلوم عبدالعلیؒ کے والد ہیں۔ ان کا ایک مرشد تھا، بلکہ عوام جیسا اَن پڑھ کتابیں نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب مراقبہ ہوتا اور استغراق طاری ہو جاتا تو شرح اشارات وغیرہ کی عبارات اور اصطلاحات زبان پر جاری ہوتیں، جب مراقبہ سے اٹھ جاتے تو فرماتے کہ محقق طوسی کو جہنم کے اسفل الطبقات سے نکالنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ بہت دور ہوتا جاتا ہے معلوم نہیں اس نے کیا لکھا ہے۔؟ تو گویا ظاہری کتابوں کے علم سے جاہل مگر قلبی بینائی اور بصیرت کا یہ مقام تھا۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ العزیز اس قسم کے کئی واقعات بیان فرماتے۔ انہوں نے فرمایا کہ قریبی زمانہ میں ایک صاحب حسن الافغانی گذرے ہیں۔ قرآن مجید نہیں پڑھا تھا، عالم نہیں تھے مگر عارف اور بندۂ مومن تھے، ایک طالب العلم نے قرآن مجید اور اسکی شرح جلالین یا بیضاوی شریف کی عبارت دونوں وزن اور لہجہ میں شروع کر دی امتحان لینا مقصود تھا۔ چنانچہ وہ ہر ہر حرف کا سننے میں امتیاز کرتا کہ یہ جملہ قرآن مجید کا ہے، یہ نہیں، بظاہر ایک ہی لہجہ اور ایک ہی قرأت میں سناتے مگر اُسے اندازہ لگتا کہ یہ جملہ بیضاوی کی عبارت اور یہ جملہ کلام الٰہی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ قرآن مجید کے لفظ کے ادا ہونے کے وقت عرش سے اسفل السافلین تک روشنی کی ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے جو مجھے محسوس ہوتی ہے۔ اور جب دوسرے الفاظ ادا کئے جائیں تو وہ روشنی اور چمک ختم ہو جاتی ہے۔

ہمارے گاؤں اکوڑہ خٹک کے مشہور اور معزز شخص خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک مرحوم نے ایک واقعہ سنایا، گو وہ رسمی عالم نہیں تھے، دقائق حقائق سے لاعلم تھے۔ مگر بصیرت اور ذہانت حد درجہ تھی، انہوں نے کہا کہ لاہور میں ایک دفعہ ایک شخص کی تقریر سن رہا تھا۔ عجیب دقائق و نکات بیان کر رہا تھا جس کو سن کر حیرانی ہوتی تھی۔ لیکن چہرہ پہ نورانیت کا نام نہیں تھا بلکہ نحوست برس رہی تھی، اندر سے سیاہ معلوم ہو رہا تھا۔ ہم نے جب بعد میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ لاہوری مرزائیوں کے محمد علی لاہوری مفسر قرآن ہیں۔ اب اہل بصیرت سمجھ جاتے ہیں کہ اس کے چہرہ

یہ باایں ہمہ علم و دانش تحقیق کے نور ایمان نہیں ہے۔ اور واقعی لوگوں کا خیال ہے کہ اگر محمد علی لاہوری نے قرآن کے بعض مقامات کی تفسیر میں تحریف و تبدیل نہ کی ہوتی اور مرتد نہ ہوتا تو اسکی تفسیر انگریزی زبان میں ایک مفید اور کارآمد تفسیر ہوتی تو علم کا مدار ظاہری فہم و دانش نہیں باطنی چیز ہے اور جس کا باطن اس روشنی سے متصف ہو وہی خشیۃ خداوندی کو بھی جانے گا۔

علم نافع و غیر نافع اب علم کی کثرت کے باوجود بدعملی عام ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے: اللّٰھم انی اعوذبک من علم لا ینفع (الحدیث) اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس سے قلب میں خوف پیدا نہ ہو، بدعملی زائل نہ ہو اور جس سے نفع نہ ہو، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا علم تو ہمارے نزدیک علم ہی نہیں لیکن ہمارے قلوب سے بھی خشوع و خضوع اٹھ گیا ہے۔ علم ہے مگر خضوع و خشوع نہیں، علم نفع نہیں دے رہا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ علم کے زوال کی ابتدائی علامت یہ ہوگی کہ مساجد میں جاکر کسی شخص کے چہرے پر خشوع و خضوع کے آثار محسوس نہ ہوں گے تو ایسا علم علم نہیں جہل ہے۔ وانّ من العلم لجھلاً۔ جسطرح کالجوں کا علم ہے، اس طرح ہمارا علم بے سود بن گیا ہے۔

ایک عالم فرماتے ہیں کہ اتنا علم انسان کیلئے کافی ہے جس سے خدا کا خوف پیدا ہو اور اتنا جہل کافی ہے کہ اپنے علم و عمل پر غرور کرے یہ بڑا جاہل ہے۔ اب شیطان سے بڑا جاہل کون ہے کیونکہ وہ اپنے نفس اور علم پر مغرور ہوا خدا کے سامنے فروتنی اور ذلّت اختیار نہ کی تو یقینی ہے کہ عالم نہیں بن سکتا۔ غلطی یہ ہوتی کہ علم دین کو مقصود بالذات اور مقصودی چیز سمجھ بیٹھے۔ غیر مقصود اور وسیلہ کو مقصود بالذات بنالیا، حالانکہ علم کی اضافت ہے دین کیطرف اور مضاف، ومضاف الیہ دونوں میں تغایر ہوتا ہے، علم اس لئے افضل ہے کہ اس کا مضاف الیہ دین ہے۔ اور دراصل افضل اور بہتر یہی دین ہے۔ علم اس کے سمجھنے کا ذریعہ ہے۔ اور دین والا وہ ہے جو تمتع بالدین حاصل کرے۔ تو مقصود دین ہے جو عبارت ہے، تعلق اور رابطہ مع اللہ سے جو بندے اور رب کے درمیان ہے جسکی دوسری تعبیر ہے عبودیت اور بندگی ارشادِ خداوندی ہے: وما خلقت الجنّ والانس۔ (اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو)

الا لیعبدون۔ (الذاریات۔ پ۲۷)

پہلی منزل خوف خداوندی یہ علم وسیلہ ہے اس چیز کے حاصل کرنے کا اور ان طریقوں کے جاننے کا جو عبدیت اور غلامی کے راستے ہیں اور یہ چیز حاصل ہوتی ذلّت سے تو گویا ذلّت اور تواضع کی پہلی منزل خوف خداوندی ہے، اگر یہ نہ ہو تو یہ سفر و غربت اور مشقت و تکلیف سب رائیگاں ہے اور جو فضیلتیں اور منقبتیں ہیں سب بے کار ہیں۔

امام شافعیؒ کو پہلی وصیت اپنے استاذ نے ترک معاصی اور گناہوں سے اجتناب کی فرمائی۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المعاصی

اور جب اللہ کے سامنے عاجزی اور تواضع پیدا ہوگی تو اخلاق فاسدہ نکل جائیں گے۔ اللہ کے بندوں کے بارہ میں بھی قلب

سے تکبر اور بڑائی کے خیالات نکل جائیں گے اور علم کی برکتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔

تواضع وسادگی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ الاچے کا پاجامہ پہنے ایک موٹی لکڑی گنواروں کی طرح کاندھے پر رکھ کر راستے پر چلتے کئی کئی دن مجلس میں باتیں نہ کرتے جب تک ضروری اور مجبوری نہ ہوتی شانِ تواضع کا یہ عالم تھا اور علم و حکمت میں کتنی اونچی شان تھی۔ ایک دفعہ حضرت نانوتویؒ کہیں تشریف لے گئے تقریر فرمائی۔ معرکۃ الآراء تقریر تھی مگر اپنا نام ظاہر نہ ہونے دیا تقریر کے بعد لوگوں نے ان ہی سے مولانا محمد قاسمؒ کے متعلق پوچھا اور حالات دریافت کرنے لگے تو فرمانے لگے ہاں وضو اور نماز کے مسائل جانتا ہے۔

ــ تو با ایں ہمہ کمالات وھبیہ اور علوم دینیہ کے یہ تھی شانِ اخفاء۔

مولانا مدنیؒ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ (حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) کو ہم نے خود دیکھا کہ غریب اور دیہاتی گنواروں یہاں تک کہ غیر مذاہب کے ہنود وغیرہ کو خود ہاتھ دھلا رہے ہیں۔ مہمانوں کی بے خبری میں ان کے پاؤں دبا رہے ہیں۔ سفر میں راہ چلتے ساتھیوں کے لئے گاڑیوں میں پاخانے تک صاف کئے مہمانوں کی بے خبری میں ان کو حلیم اور حقہ بھروا کر پیش کیا۔ اتنی شانِ تواضع اور انکساری، دوسری طرف باطل کے خلاف ایک ننگی تلوار تھے انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرائے۔

خودداری مگر خودداری تھی، خلاصہ یہ کہ انگریزی تو ٹیوشنوں اور غرور و تکبر سے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ مگر علم دین، تواضع اور ذلیل ہونے سے حاصل ہوگا، ٹیوشنوں سے نہیں کہ اساتذہ گھر پر آکر تمہیں پڑھائیں اس کے لئے سفر اختیار کرنا عام مجالس اور حلقوں میں بیٹھنا ہوگا۔ بخارا کے حاکم خالد نے امام بخاریؒ سے اصرار کیا کہ مجھے اور میرے بچوں کو یہاں آکر پڑھایا کرو انہوں نے انکار کیا پھر حاکم نے کہا کہ میرے بچوں کو اپنے ہاں خصوصی مجلس میں پڑھایا کرو ــ لیکن امامؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی ان کے ساتھ درس میں شرکت کرے تو منع نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حاکم ناراض ہوا اور امامؒ کو ملک بدر کیا، تکالیف برداشت کیں مگر علم کی عزت بچائی۔ مگر اس شانِ تواضع اور عجز و انکسار کے ساتھ ایک عالم اور طالب العلم کیلئے استغناء اور خودداری نہایت لازمی چیز ہے۔ اہلِ علم کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ اگر حکومت و مملکت اس شرط پر ملے کہ علم چھوڑنا پڑے گا۔ تو ہمیں اسے ٹھکرا کر علم کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور سچے اہلِ علم ایسا ہی کرتے ہیں۔ مال و دولت کی کوئی وقعت نہیں۔ اہلِ دنیا میں مال کی وجہ سے خودداری اور استغناء عن الخلائق پیدا ہو جاتی ہے۔ جو فانی چیز ہے۔ تو ہمیں تو علم جیسی اعلیٰ اور غیر فانی دولت اور اشرف و اعلیٰ شئے جو کمال احسان اور نعمتِ خداوندی ہے۔ اسکی وقعت اور اس کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔

مخصوص وراثت نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ اور وارث اپنے مورث کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے۔ اور نیابت و قائم مقام ہونے میں فرع کا حکم اصل جیسا ہوتا ہے اور میراث الٰہی

اشیاء میں جاری ہوتا ہے۔ جو مورث کے ساتھ مختص ہوں۔ اگر مورث کے ساتھ کسی کی چیز عاریت یا امانت یا قرض ہو تو اس میں میراث جاری نہیں ہوتا غیر مخصوص اشیاء میں میراث جاری ہوتا ہی نہیں۔ اب مذکورہ حدیث العلماء۔۔۔الخ سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے ساتھ مخصوص چیز علم تھا۔ اور علماء کو یہ میراث و نیابت اس مخصوص صفت علم کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اموال تو قارون و فرعون کے ساتھ مختص تھے اور عملی کمالات کیلئے بھی کمال علمی موقوف علیہ ہے۔ اگر علم نہ ہوتا تو اعمال کی افضلیت و اہمیت واضح نہ ہو سکتی اس کے لئے امام بخاریؒ نے مستقل باب باندھا۔ کہ العلم قبل القول والعمل۔ کہ علم ذاتی اور زمانی دونوں لحاظ سے مقدم ہے۔ یہ محتاج الیہ اور مقدم اور قول و عمل متاخر و محتاج ہے۔

علم صفت کمال ہے، آئینہ جب مظہر شمس ہوا، تو اسکی خاصیتیں مثلاً روشنی، تحریق (جلانا) وسلب نظر وغیرہ اس میں متحقق ہو جاتے ہیں۔ اب جب علم مظہر اتم صفت خداوندی ہوا تو اس میں ایسے خصائل نہ آنے چاہئیں جو علو، فخر، تعلی اور تکبر پہ دلالت کرتے ہوں۔ ہمارے شیخ الشیوخ حضرت مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی فرمایا کرتے تھے کہ واللہ العظیم کہ قاسم اس دیوار سے بھی زیادہ نادان اور جاہل ہے۔ اب طالب علموں کے دماغ میں بہت جلد غرور کا نشہ آجاتا ہے۔ چند مسائل سے اتنا پندار آجاتا ہے کہ حد نہیں ہوتی۔ ہمارے استاذ شیخ حضرت مولانا مدنیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مولوی صاحب جب بھی مجلس میں بیٹھ جاتے تو کہا کرتے کہ یہ عوام حشرات الارض ہیں حالانکہ یہ غلط ہے، لوگوں کو برا نہ سمجھنا چاہیئے لوگوں کا کھاتے پیتے ہیں وہ ہمیں کھلاتے ہیں۔

علمی نخوت و غرور ب ہم نے علم حاصل کیا یہ خدا کی داد ہے۔ تو اس میں ہمارا کیا کمال ہے کہ اس پر غرور کیا جائے۔ ارسطو کے متعلق لکھا ہے۔ کہ جب وہ سو جاتا تو نیند کی حالت میں کتے کی طرح بھونکتا اور لوگ اس کے قریب نہ سوتے۔ کہ ساری رات نیند خراب ہوگی۔ اس کے غرور اور علمی پندار کو نیچا کرنے کے لئے یہ عذاب اس پر مسلط کیا گیا تھا۔ جب لوگ اسے نیند کی یہ کیفیت سناتے تو وہ خود رو یا کرتا اور کہتا کہ کیا کروں؟ مجھے اتنا علم بھی نہیں ہو سکتا، کہ خواب میں بھونکتا ہوں۔ طلبہ کے غرور اور گھمنڈ کے بارے میں ایک عجیب واقعہ ہے کہ ایک دفعہ عالمگیرؒ مرحوم کا جلوس راستہ سے گذر رہا تھا، عالمگیرؒ ایک علم دوست شخص تھا، ہزاروں احادیث یاد تھیں، جلیل القدر عالم تھا۔ راستہ میں جلوس کے ساتھ ایک طالب العلم کتاب لئے ہوئے جا رہا تھا، اور بار بار مسکرا دیتا، ہنس دیتا۔ عالمگیرؒ کی نظر اس پر پڑی تو وزیر کے ذریعہ اس سے دریافت کیا کہ سچ سچ کہو کہ کس خیال کی وجہ سے تم بار بار ہنس رہے ہو۔ جیسے کہ کسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس طالب العلم نے جواب دیا کہ سچ تو یہ ہے کہ اس بادشاہ پر ہنس رہا ہوں کہ گھوڑے پر کس شان سے چڑھا بیٹھا ہے، لیکن اگر اب کافیہ کی ایک عبارت اس کے سامنے رکھوں تو جواب نہ دے سکے گا۔ تو اکثر مولویوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ معمولی چیزیں سیکھ کر گھمنڈ کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کو جاہل سمجھ بیٹھتے ہیں۔

علم ضروری وغیر ضروری | بہر حال علم وہ موقوف علیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام کا ہو۔ سقراط و بقراط ارسطو اور حکمائے یونان کے علوم نہیں، ہاں ان کا سیکھنا بھی ضروری ہے، مگر مقصود بالذات۔ اس کی اہمیت نہیں مثلاً گھر میں رہنے سہنے کے کمرے مقصود ہیں لیکن پاخانہ اور غسل خانہ بھی بنا برضرورت بنانا پڑتا ہے جس گھر میں نہ ہوں تو وہ ناقص ہے۔ علوم انبیاء بمنزلہ گھر کے ہیں اور دیگر علوم بمنزلہ بیت الخلاء و غسل خانہ کے ہیں۔ مگر آج کل طلباء و علماء کی اکثر زندگی انہی غیر ضروری چیزوں میں بسر ہو جاتی ہے ——

علم منقولات علم انبیاء علم معقولات علم اشقیاء

علم منقولات بندہ می کند علم معقولات گندہ می کند

تو بہر حال اتنی بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے علماء کو عطا فرمائی، تو علماء کس وجہ سے احساس کمتری و کہتری میں مبتلاء ہوں یہ تو مہلک چیزیں ہیں اور اس کے ساتھ احتیاج اور طمع کا اظہار بھی مہلکات میں سے ہیں۔

ہمارے حضرت شیخؒ فرمایا کرتے تھے کہ علوم آلیہ عقلیہ اور فنون نظامیہ کی حیثیت ایک سیڑھی کی ہے۔ اور اور اس میں کمال و مہارت حاصل کرنا ایک سیڑھی کا فراہم کرنا ہے۔ اصل چیز تو چھت پہ چڑھنا ہے اور علوم قرآن و سنت بمنزلہ چھت کے ہیں، اس سے زیادہ ناسمجھ کون ہوگا جس کی ساری زندگی سیڑھی ہی پہ گذر جائے۔

اُجرت علی التعلیم | ہمارے اساتذہ و شیوخ اکابرین دیوبند پچاس، ساٹھ روپے کے مشاہرہ پر گذر اوقات کرتے رہے اور ان حضرات کو اس زمانہ میں کلکتہ، حیدر آباد وغیرہ سے پندرہ پندرہ سو اور دو دو ہزار ماہوار کی پیشکش کی گئی مگر انہوں نے ٹھکرا دیا علماء کے لئے یہ بات بہت باریک اور قابل احتیاط ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو اُجرۃ علی التعلیم کا سرے سے اجارہ ہی فاسد ہے۔ متاخرین و مشائخ بلخ نے بقدر ضرورت جواز کا فتویٰ دیدیا ہے۔ لیکن علم کی تعلیم اور دین کی تبلیغ کیلئے ان چیزوں کا موقوف علیہ بنانا تو بالکل غلط ہے، کیونکہ علم کا مقصد تو کمائی نہیں۔

> علم سے مقصد صرف تہذیب نفس و اصلاح اخلاق اور حلال و حرام کا پہچاننا نہیں بلکہ اس کا مقصد اوروں تک پہنچانا اوروں کو مہذب بنانا بھی ہے اور ایک عالم کیلئے ابلاغ علم و حدیث فرض ہے۔

اگر اس طلب علم اور عالم بننے کا مقصد دنیا کا حاصل کرنا ہو تو اس کے لئے یہ راہ کیوں منتخب کی جائے، جس میں مشقتیں اور تکلیفیں ہیں اور پھر مال کا ملنا بھی موہوم ہے اور پھر زوال علم کے اس دور میں کہ عالم کو دنیا کے لحاظ سے حقیر سمجھا جاتا ہے۔ مال کی کمائی اور دنیاوی تعیش کیلئے تو اور بھی کئی طریقے تھے تجارت کرتے زراعت اور مزدوری کرتے فوج میں بھرتی ہوتے تو قوت اور دولت تو یقیناً حاصل ہو جاتی اب اگر نفس کے ساتھ مشورہ کرو اور اس سے رائے

تو نفس یہی جواب دے گا کہ :

دنیا کی زندگانی فانی ہے ، دین کی بقاء واشاعت اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پہ چلنے چلانے کیلئے جو ہر چیز سے محبوب ہے اس کیلئے بھی ایک زمرہ اور جماعت چاہیئے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے ۔

اب نفس سے کہہ دو کہ تم نے دین کا نمونہ اور علم دین کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اگر تم اس علم کی لاج نہ رکھو اس کے احکام کی برملا پابندی نہ کرو تو اسلام اور دین پہ بدنما داغ آئے گا عوام کا دعویٰ دین کے نمائندہ ہونے اور نیابتِ رسول کا نہیں ایک شخص نے عالم اور مولوی کا لباس اختیار کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہوں اس کے لائے ہوئے دین کا سیکھنے والا اور پھیلانے والا ہوں۔ اب اگر اس کی نمائندگی کرنے والے ایسے بھی ہوں جو سال بھر نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام نہ کریں ، داڑھی کترائیں منڈھائیں اور سنّت کی پیروی نہ کریں (حالانکہ علماء کا اجماع ہے کہ قبضہ سے کم داڑھی کاٹنا تراشنا اور منڈھوانا ایک ہی حکم ہے اور ایک ہی طرح سنّتِ رسول کی مخالفت ہے۔ گویا بالاجماع فاسق ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ ہے ۔)

عالم کے متعدی اثرات اب اگر کوئی اسلام کا نمائندہ دارالعلوم یا اور کسی دینی مدرسہ کا طالب العلم بن کر اس فسق کے بورڈ کو لگا کر بازار میں پھرتا رہے اور ایسی حرکات کر رہا ہے جو اسلام کے خلاف ہیں تو وہ تمام طبقہ علماء مدرسہ اور دارالعلوم ، اپنے اساتذہ اور دین کو بدنام کر رہا ہے ۔ اور جب اس علم کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا تو کس نے اسے مجبور کیا ہے کہ اس نے اس راستہ کو منتخب کیا اوروں کی غلطی تو ایک لازمی نقصان ہے ۔مگر ایک مقتدا اور پیشوا کی غلطی سے متعدی نقصان ہوا اوروں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے ۔ اس وجہ سے تو علماء نے لکھا کہ شیخ کا ریا بھی اور لوگوں کی عبادت سے افضل ہے ہمارے اخلاق اور عادات کا اثر لامحالہ عوام پہ ہوتا ہے ۔اگر اچھے ہوں تو باعثِ تقویتِ دین ورنہ باعث بدنامیٔ دین ہوں گے ۔

عالم کی قدر و منزلت کا غیبی نظم فتنوں کے اس دور میں بھی یہ لوگ جو ہمیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اسی دین کے نام کی وجہ سے کہ ہم نے اس دین کی حفاظت واشاعت کا دعویٰ کیا ہے جو خدا تعالیٰ نے حضور نبی کریمؐ پہ اتارا ہے ۔ فتنوں کا زور ہے پھر بھی دیکھو ایک عالم کی عزت ایک وزیر سے زیادہ ہے ۔ عزت موٹر اور بنگلے اور نوکروں سے عبارت نہیں ایک وزیر ہزاروں روپے کی تنخواہیں دیکر نوکر اور خادم رکھے گا ، پھر بھی ان کی وفاداری اور ہمدردی صرف ظاہری ہوگی ۔لیکن ایک عالم کے ہزاروں وفادار ہیں ، لوگوں کے دلوں کے اندر اس کی قدر و قعت موجود ہے ۔ گو پہلے سے کم ہے مگر پھر بھی جو کچھ ہے علم کی وجہ سے ہے حکومت کو بھی اس کا احساس ہے کہ عالم کی آواز میں جو اثر ہے اس کا دبانا آسان کام نہیں اس طبقہ کی ایک آواز سے حکومت بے چین اور پریشان ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر یہاں دارالعلوم حقانیہ میں دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے انتظام کرادیا کہ آپ لوگوں کے کھانے پینے اور پڑھنے کا انتظام خود کرادیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس طرف توجہ کا خیال ڈال دیا کہ یہاں بیٹھے تنخواہ ملتی ہے۔ روٹی ملتی ہے، گوشت سالن ملتا ہے، یہ ہماری نہیں علم کی قدر ہے، ورنہ بے کار بیٹھنے پہ اپنے بھائی اپنے لڑکے کو کوئی دو چار دن روٹی نہیں دیتا عوام دن بھر مزدوری کرکے بمشکل پیٹ بھر سکتے ہیں۔ طلب علم کے لئے فراغت بالی، اور اطمینان بہت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ہماری طاقتوں کی کمزوری اور ہمتوں کی پستی کی وجہ سے اسباب میں سہولت اور فراوانی پیدا کردی ہے۔

یہ محض اللہ کا فضل ہے اور انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ارشاد خداوندی کا مظاہرہ ہے کہ میں بلا اسباب دین کی حفاظت کرتا ہوں اور پھر اس ادارہ کے منتظمین بھی، مجھ جیسے بے سروسامان، کہ نہ عزت ہے نہ دولت ہے نہ طاقت ہے، اب جب عوام اس علم کی نمائندگی کے دعویداروں کو اس کے خلاف کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے اعتماد کو کتنا صدمہ ہوگا۔

علم سراسر ادب

آج حالت یہ ہے کہ جو طالب العلم مساجد میں رہتے ہیں وہاں ایسا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ کہ اگلے سال پھر وہاں طلبہ کا قیام مشکل ہو جاتا ہے، کیونکہ نہ نماز کے وقت جماعت کا خیال رہتا ہے، عوام آکر جماعت پڑھتے ہیں اور طلبہ حجروں میں گپیں لگاتے ہیں ــــ حضرت عمرؓ نے مسجد میں دو افراد کو دیکھا کہ ستون کے ساتھ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ انکی باتیں بھی علم ہی کی ہوں گی مگر انہوں نے ڈانٹا اور فرمایا کہ مسجد نمازیوں کیلئے ہے، اٹھ جاؤ۔ مسجد کے صحن میں چارپائی اور بستر ے ڈالے ہوئے ہیں۔ اذان کا وقت ہے مگر اذان دینے میں عار محسوس ہوتی ہے، حالانکہ یہ حضرت بلالؓ کا منصب ہے، موذنین کے لئے حضورؐ نے کتنی دعائیں دی ہیں اور کتنی منقبت بیان کی ہے۔ مساجد کا احترام نہیں اس کے آداب کی رعایت نہیں تو کیا عوام کا اعتماد نہ اٹھے گا۔ علم سراسر ادب ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے مسجد کا ادب ضروری ہے۔ اس کے ساتھ دوسری چیز احترام شیخ اور استاد کا ادب ہے۔ اور پھر کتاب کا ادب۔ ان تین چیزوں کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ مساجد کا ادب، استاد کا ادب، کتاب کا ادب۔ سلف میں ایسے بزرگ بھی گذرے کہ انہوں نے بلا وضو کسی کاغذ کو چھوا تک نہیں۔

برکات ادب

ایک گنوار کرد قبیلے کے دیہاتی نے صرف ایک کاغذ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا۔ گندگی سے اٹھایا اس کو صاف وپاک کرکے باادب واحترام رکھا اللہ تعالیٰ نے اسے اچانک عالم بنا دیا۔ صبح اٹھے تو عالم تھے۔ لوگوں کو کہنے لگے ، امسیت کردیاً واصبحت عربیاً۔ شام کو میں ایک کرد تھا اور صبح ایک عربی دان عالم بنا۔ اسی طرح ایک جاہل راستہ میں جارہا تھا، کتاب ساتھ تھی اچانک بارش شروع ہوئی تو کتاب کو دامن کے نیچے کرلیا، اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی تو وہ عالم بنے اور جب کتاب دیکھتے تو باوضو ہو کر ــــ تو علم وحفظ کیلئے تعلق مع اللہ کے ساتھ ساتھ اساتذہ اور شیخ کی خوشنودی حاصل کرنا بھی ضروری ہے کہ انکی دعائیں موجب ترقی وزیادتی ہوں۔

پاکستان آرمی میں
جونیئر کمیشنڈ آفیسر خطیبوں
کی ضرورت

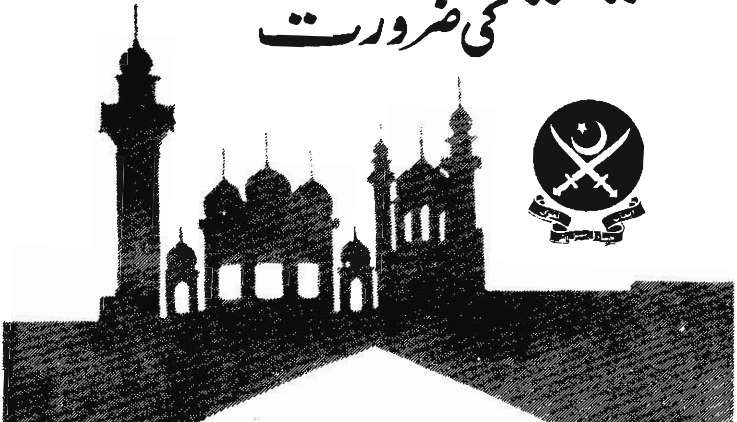

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ
آفیسر خطیبوں کی کچھ آسامیاں خالی ہیں جنہیں پر کرنے کے لئے
مطلوبہ قابلیت کے مالک حضرات کی ضرورت ہے۔ شرائط ملازمت حسب ذیل ہیں۔

تعلیمی قابلیت:-

(الف) حکومت پاکستان کے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فارغ یا فاضل کی سند۔
(ب) پاکستان کے کسی بورڈ سے میٹرک یا سیکنڈری اسکول سرٹیفیکیٹ۔ (سالانہ امتحانات میں شریک امیدوار بھی درخواست دے سکتے ہیں۔)

عمر:- یکم فروری ۱۹۷۹ء کو ۱۸ سے ۲۵ سال

عہدہ یا تنخواہ:-

ملازمت کے لئے منتخب امیدواروں کو نائب خطیب (نائب صوبیدار) کا عہدہ دیا جائے گا۔ فوجی وردی کے بجائے وہ منظور شدہ شہری لباس زیب تن کریں گے جو فوج کی طرف سے مفت مہیا کیا جائے گا۔ دوسرے جونیئر کمیشنڈ افسران کی طرح انہیں اوپر والے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی۔ ان کے عہدوں کے نام اور تنخواہ کا موجودہ اسکیل حسب ذیل ہے۔

ا۔	نائب خطیب	(نائب صوبیدار)	۵۰۰-۲۰-۷۰۰ روپے
ب۔	خطیب	(صوبیدار)	۵۷۵-۲۵-۷۷۵ روپے
ج۔	خطیب اعلیٰ	(صوبیدار میجر)	۷۲۵-۳۵-۹۰۰ روپے

الاؤنس و دیگر مراعات:-

وہ تمام الاؤنس و مراعات جو فوج کے متقابل جے سی او صاحبان کو حاصل ہیں انہیں بھی حاصل ہوں گی۔ مثلاً ذات کے لئے مفت راشن، مفت رہائش (جہاں موجود ہو) ورنہ کوارٹر الاؤنس، اپنے اور بیوی بچوں کے لئے مفت طبی سہولت، سفری مراعات، پنشن، گریجویٹی اور بیمہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ۔

ملازمت کی جگہ:- پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی بھی جگہ۔

تربیت:- منتخب شدہ امیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت بھی دی جائے گی جو دو حصوں پر مشتمل ہوگی۔
(ا) مطالعاتی حصہ۔ (ب) عملی حصہ۔

طریق انتخاب:-

(الف)۔ امیدواروں کی سہولت کے مطابق مختلف مقامات پر ابتدائی امتحان اور انٹرویو جس کی اطلاع امیدواروں کو علیحدہ علیحدہ دی جائے گی۔
(ب)۔ کسی فوجی ہسپتال میں طبی معائنہ۔
(ج)۔ آخری انتخاب جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی میں ہوگا جس کے نتیجے کی اطلاع امیدواروں کو دے دی جائے گی۔

درخواستوں کی آخری تاریخ:-

درخواستیں مجوزہ فارم پر شعبہ دینی تعلیمات، آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ، آئی جی اینڈ ای برانچ، جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی میں ۱۸ جنوری ۱۹۷۹ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواستوں کے فارم مذکورہ بالا شعبہ دینی تعلیمات سے مبلغ -/۲ روپے کے ٹکٹ لگے ہوئے لفافے بھیج کر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

خدمت و ایثار
قوت و کردار

PID (R) PID/ARMY-24

امام العصر استاذ المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کے علوم و معارف کا گرانقدر ذخیرہ

فیض الباری شرح صحیح البخاری

تالیف

حضرت الاستاذ المحترم مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور فخر و مسرت کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ صحیح بخاری کی بلند پایہ شرح فیض الباری جو تقریباً چالیس سال قبل مصر میں طبع ہوئی تھی اور عرصہ دراز سے نایاب تھی طلباء اور علماء اس بلند پایہ شرح کے حد درجہ مشتاق تھے۔ الحمد للہ کہ اب المطبع الاسلامی السعودی لاہور سے طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے حضرت مؤلف کے صاحبزادے مولانا سید محمد آفتاب احمد مدنی نے اس نادر اور قیمتی ذخیرہ کو طبع کرا کر علماء اور طلباء کے لئے ان علوم سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کر دیا۔

جزاهم الله تعالىٰ خير الجزاء

فیض الباری جلد اول طباعت کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ کاغذ آفسٹ ۸۰ گرام پر عربی مصری ٹائپ میں طبع ہو کر مضبوط و خوبصورت سنہری ڈائی دار جلد کے ساتھ تیار ہو چکی ہے۔ ان تمام خوبیوں کے علاوہ ایک عظیم اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ حضرت مؤلف کے قلمی حواشی جو ان کے ذاتی نسخہ پر تحریر تھے ان کے واضح فوٹوں کیساتھ یہ نسخہ طبع کرایا گیا۔ جسکو امریکہ کے ایک ماہر فن نے دیکھ کر کہا یہ فن طباعت کا ایک شاہکار ہے۔ مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور پاک و ہند کے علماء اور طلباء کے لئے اس مبارک کتاب کو فراہم کرنے کا اعلان کرتا ہے۔ قیمت فی جلد ۶۰/- روپے۔ تاجران کتب اور طلباء کیلئے خصوصی کمیشن و رعایت باقی تین جلدیں بہت جلد طبع ہو رہی ہیں۔

المعلن:- حافظ محمد سعد صدیقی۔ مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور پاکستان۔